۲۵

خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کا ہمیشہ خیال رکھو

(فرمودہ ۵-جون ۱۹۱۴ء)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:-
وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ- ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۱؎
اس کے بعد فرمایا:-
بہت سی باتیں دنیا میں ایسی ہوتی ہیں کہ حقیقت میں تو ان کے منہ سے نکالنے میں کوئی حرج نہیں لیکن ان کی طرز ادا ہلاک کردینے والی ثابت ہوتی ہے- حضرت خلیفۃ المسیح فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص نے ایک راجہ صاحب کے متعلق لکھا کہ فلاں جگہ جلسہ ہوا تھا جہاں سے راجہ صاحب دُم دبا کر بھاگ گئے- جب راجہ صاحب نے یہ پڑھا تو اس پر بہت ناراض ہوئے- مَیں نے سمجھا کہ اس آدمی کو اردو نہیں آتی- اس نے واپس چلے جانے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے- راجہ صاحب نے اس کو بلایا- تو مَیں نے پوچھا کہ کیا تم کوئی اخبار پڑھا کرتے ہو- اس نے کہا کہ ہاں پنچ اخبار پڑھا کرتا ہوں- میں نے کہا کہ اس نے اس اخبار میں یہ فقرہ پڑھا ہے جس کو غلطی سے اس نے استعمال کردیا ہے اس لئے معافی کے قابل ہے- سو بعض باتوں کا غلط طور پر ادا کرنا تباہی اور ہلاکت کا باعث ہوجاتا ہے- وہ انسان جو ناواقفیت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے وہ تو بخشا جاتا ہے لیکن جو شرارت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے- ہم دیکھتے ہیں کہ وہی بات غلط طریق پر ادا کرنے سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے وہی

آسانی سے دوسرے طریق پر ادا کی جاسکتی ہے۔
مثلاً کھانا کھانے کیلئے کہنا۔ کہ "تناول فرمالیجئے"۔ "نوش جاں فرمالیجئے"۔ "کھا لیجئے"۔ "ٹھونس لیجئے"۔ "نگل لیجئے"۔ "زہرمار کرلیجئے"۔ ان سب کے کہنے کا مطلب تو ایک ہی ہے کہ کھانے کو اٹھا کر منہ میں ڈالو اور نگل جاؤ۔ لیکن پہلے تین فقروں سے سمجھا جاتا ہے کہ جس کو کھانے کیلئے کہا گیا ہے' اس کا ادب ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور پچھلے تین فقروں سے اس کی تحقیر ثابت ہوتی ہے۔ "ٹھونس لیجئے"۔ کہنے والا کہہ تو سکتا ہے کہ اس کا بھی وہی مطلب ہے جو کھالیجئے کا ہے کیونکہ وہ بھی اسی طرح لقمہ ہاتھ سے اٹھا کر منہ میں ڈالے گا جس طرح دوسرا ڈالے گا۔ لیکن صرف مطلب کو ہی مدنظر نہیں رکھا جاتا بلکہ طرز ادا کو بھی دیکھا جاتا ہے۔ تو ایک بات ایک رنگ میں ادا کرنے سے تو فائدہ مند ہوتی ہے لیکن وہی بات دوسرے رنگ میں کرنے سے مُضِر ہوجاتی ہے کیونکہ طرز ادا کا انسان پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے اس میں بہت احتیاط مدنظر رکھی جاتی ہے اور خصوصاً راجوں مہاراجوں کے درباروں میں تو بہت ہی محتاط رہنا پڑتا ہے۔ ایک مشہور قصہ ہے کہ انشاء اللہ خان ایک بہت مشہور اور نامور شاعر گزرا ہے۔ وہ بادشاہی دربار میں بیٹھا کرتا تھا۔ جس کی عادت تھی کہ جو کوئی بھی بادشاہ کی تعریف کرتا وہ اس سے بڑھ کر تعریف کردیتا۔ ایک دن کسی نے بادشاہ کی تعریف کی کہ آپ بڑے عالی خاندان ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ آپ والا نسب ہیں۔ تیسرے نے کہا کہ آپ نجیب الطرفین ہیں۔ انشاء اللہ نے چونکہ ان سب سے بڑھ کر کہنا تھا۔ اس لئے اس نے کہا کہ آپ نجیب کیا بلکہ انجب ہیں۔ انجب کے چونکہ دو معنی تھے۔ ایک یہ کہ لونڈی زادہ اور دوسرے اعلیٰ خاندان کا اور چونکہ بادشاہ لونڈی زادہ تھا' اس لئے لوگوں کی نظریں اسی طرف گئیں۔ اور انشاء اللہ یہ کہنے کی وجہ سے ذلیل ہوگیا' حالانکہ لفظ کے اچھے معنی بھی تھے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی سے اجازت طلب کرے کہ کیا اب میں جاؤں تو وہ کہے کہ جائیے۔ لیکن اگر وہ اس کو کہے کہ نکل جاؤ۔ تو دونوں باتوں کا مطلب تو ایک ہی ہے لیکن اگر اس کو یہ کہا جائے گا کہ نکل جاؤ تو وہ لڑنے پر آمادہ ہوجائے گا۔ اور کہے گا کہ گھر آنے والے کی تم یہی عزت کرتے ہو؟ ایسی بہت سی باتیں ہیں جن کیلئے احتیاط کرنی نہایت ضروری ہے۔ پھر خدا کے حضور بات کرنے کیلئے تو اور بھی احتیاط کرنی چاہیئے۔ کیونکہ خداتعالیٰ کی عظمت' شوکت' جبروت اور عزت کا مقابلہ کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی نہیں کرسکتا۔ جب آپس میں لحاظ کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے تو خدا کی جبروت

اور عظمت کی وجہ سے تو بہت ہی محتاط ہونا چاہیئے- اسی لئے صوفیاء لکھتے ہیں کہ بعض دعائیں انسان کی ہلاکت کا باعث ہوجاتی ہیں- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام سے مشرکوں نے کہا کہ ہم کبھی تم کو نہیں مانتے یہاں تک کہ خدا کو نہ دیکھیں- خداتعالیٰ کو دیکھنے کی کیا ہی پاک خواہش تھی- وہ انسان جس کے دل میں یہ خیال نہیں کہ مَیں اپنے محبوب کو دیکھوں' میرے خیال میں ایک لحہ کیلئے بھی یہ بات نہیں سما سکتی کہ اس کو اس سے محبت ہوسکتی ہے- اگر یہ اتنا کہتے کہ ہم خداتعالیٰ کو دیکھنا چاہتے ہیں تو یہ گستاخی نہیں تھی- مگر انہوں نے تو یہ کہا کہ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ کہ اے موسیٰ! ہم تم پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ خدا کو سامنے سامنے نہ دیکھ لیں- اگر ایک زمیندار کا بادشاہ کو دیکھنے کو دل چاہے اور وہ دیکھنے کی درخواست کرے تو یہ کوئی گستاخی نہیں لیکن اگر وہ یہ کہے کہ جب تک بادشاہ میرے پاس خود نہ آئے اور میں اس کو دیکھ نہ لوں اس وقت تک میں معاملہ نہیں دیتا تو یہ اس کی گستاخی ہے- یوں تو زمیندار ڈپٹی کمشنر کی کوٹھی پر اس سے ملنے کی درخواست دے سکتا ہے اور ڈپٹی کمشنر بعض دفعہ ملتا بھی ہے اور ناراض نہیں ہوتا مگر زمیندار یہ نہیں کہہ سکتا کہ ڈپٹی کمشنر میرے گھر آکر معاملہ مانگے گا تب دوں گا- بات تو ایک ہی ہے- لیکن ایک میں تحکم پایا جاتا ہے اور دوسری میں عاجزانہ رنگ - عاجزانہ طریقہ سے مانگنے والا ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے اور تحکّمانہ رنگ سے مانگنے والا تباہ و برباد ہوجاتا ہے-

اللہ تعالیٰ انبیاء' رسولوں' مجددوں اور مأموروں کے معجزات لوگوں کو دکھاتا ہے- لیکن جو یہ کہے کہ جب تک مَیں یہ معجزہ نہ دیکھ لوں نہیں مانوں گا اس کو اللہ تعالیٰ کوئی معجزہ نہیں دکھاتا اور وہ اسی حالت میں تباہ ہوجاتا ہے- تو منہ سے بات کہنے میں بڑا فرق پڑجاتا ہے- اس لئے مومن کو ہمیشہ محتاط رہنا چاہیئے اور ادب کو ملحوظ رکھنا چاہیئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسی بات منہ سے نکل جاوے جس سے بجائے نفع کے نقصان اٹھانا پڑے- اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھاؤ مگر ایسے نہ ہوجاؤ کہ ادب کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے نقصان اٹھاؤ- یہودیوں نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک کہ خدا کو نہ دیکھ لیں یہ شرط لگانے کی وجہ سے وہ تباہ ہوگئے- ان پر بجلیاں گریں یہ سب کچھ انہوں نے دیکھا اور انہوں نے اپنی گستاخی کا نتیجہ پالیا- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر تباہی کے بعد ہم نے تم پر رحم کیا اور تم کو موت کے بعد زندہ کردیا- مجھے تعجب آیا کرتا ہے اس آیت کے متعلق ایک بزرگ کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ

وہ اصلی مُردے نہیں تھے بیہوش ہوگئے تھے' اصلی مُردے زندہ نہیں ہوسکتے۔ مگر مسیح کے مُردے زندہ کرنے کے وقت نہ معلوم کس طرح اصلی مُردوں کا زندہ ہونا مان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم نے یہ کہا کہ ہم خدا کو دیکھے بغیر ایمان نہیں لاسکتے تو تم تباہ و برباد ہوگئے۔ جس طرح ایک گاؤں کے لوگ کہیں کہ ہم معاملہ نہیں دیتے۔ لیکن جب پولیس کے سپاہی آکر ان کو تباہ کرنا شروع کردیں تو دے دیتے ہیں' اس لئے ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب ان کی قوم تباہ ہوگئی تو خداتعالیٰ نے باقیوں کو معاف کردیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے معاف کرنے کی غرض یہ تھی کہ تم شکر کرو۔

اس بات کو خوب یاد رکھو بنی اسرائیل نے ہی نہیں کہا اب بھی بہت سے لوگ یہی کہتے ہیں۔ میرے نام بیسیوں خطوط آئے ہیں کہ آپ دعویٰ کریں کہ مَیں الہام کے ذریعہ خلیفہ مقرر کیا گیا ہوں تو ہم مان لیں گے۔ مَیں کہتا ہوں کہ جب الہام کے ذریعہ مَیں خلیفہ بنوں گا تو تم فاسق نہیں رہو گے بلکہ کافر ہوجاؤ گے۔ یہ تو خداتعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے کہ خلیفہ مأمور نہیں ہوتا کیونکہ اگر مأمور خلیفہ ہوتو انکار کرنے والے کافر ٹھہرتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سے لوگوں نے انکار کیا مگر وہ کافر نہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت سے لوگوں نے انکار کیا مگر وہ بھی کافر نہ ہوئے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافتوں کے منکر بھی کافر نہ ہوئے اور مسلمان ہی رہے۔ لیکن اگر ان کی خلافت الہام کے ذریعے ہوتی اور پھر اس کے بعد لوگ انکار کرتے تو وہ مسلمان نہ رہتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ خلیفہ مامور ہوتا۔ کیونکہ کچھ کمزوریاں اور غلطیاں ان لوگوں میں ہوتی ہیں جو خلیفہ کا انکار کرتے ہیں اس لئے وہ فاسق ہی ٹھہرتے ہیں نہ کہ کافر ہوجاتے ہیں۔ فاسق نیک اعمال کرنے کی وجہ سے جنت میں جاسکتا ہے مگر کافر براہ راست جنت میں نہیں جاسکتا۔ یہ خداتعالیٰ کی گستاخی ہے کہ اگر الہام ہوگا تب مانیں گے ورنہ نہیں۔ خداتعالیٰ کو کسی کی کیا پرواہ ہے۔اگر ایک جائے تو وہ لاکھوں لاسکتا ہے۔ تم خوب یاد رکھو کہ دعاؤں اور عبادتوں میں گستاخی اور تحکّمانہ لہجہ نہیں اختیار کرنا چاہیئے۔ عاجزانہ طور پر خدا تعالیٰ کے حضور سے ہر ایک مدد مانگو۔ ورنہ دعائیں قبول نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو فہم' سمجھ' فراست اور حقیقی تقویٰ کی راہ بتادے۔

(الفضل ۱۰-جون ۱۹۱۴ء)

لہ البقرۃ:۵۶'۵۷